تزکیہ و تربیت

نفس کے فریب

ابو الحسن علی ندوی

[احیا علوم الدین میں] امام غزالیؒ نے طبقہ علما و طبقہ سلاطین و حکام کے علاوہ عام زندگی کا بھی جائزہ لیا ہے' اس میں جس قدر غیر دینی عناصر' بدعات و منکرات' مغالطے اور خود فریبیاں داخل ہو گئی ہیں ان کی تنقید کی ہے۔ احیا العلوم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی اشتغال اور عالمانہ زندگی کے باوجود وہ اس وقت کی سوسائٹی اور عام زندگی سے واقف ہیں اور ان کا زندگی کا مطالعہ بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی عمومی زندگی اور امت کے مختلف طبقات اور ان کی مختلف بیماریاں اور کمزوریوں کی جو نشاندہی کی ہے' اس سے ان کی قوت مشاہدہ اور قوت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ایک مستقل باب ان منکرات کی تفصیل میں لکھا ہے جو عادات میں داخل ہو چکے ہیں' اور لوگوں کو ان کا منکر (خلاف شرع و اخلاق) ہونا محسوس نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں انھوں نے پوری شہری زندگی پر نظر ڈالی ہے اور اس کے نمایاں منکرات کا تذکرہ کیا ہے' اور مساجد سے لے کر بازاروں' سڑکوں' حمام اور دعوت کی محفلوں تک کے منکرات کو شمار کر دیا ہے (جلد ثانی' ص ۲۹۴-۲۹۹)

انھوں نے احیا العلوم کا ایک مستقل حصہ (کتاب ذم الغرور) ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے جو مختلف قسم کے مغالطوں اور فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہر طبقہ کے فریب خوردہ اشخاص اور ان کی غلط فہمیوں اور خود فریبیوں کا حال بیان کیا ہے اور ان کے بعض ایسے نفسیاتی امراض اور خصوصیات کا ذکر کیا ہے' جن کو صرف ایک دقیق النظر مصلح اور ایک تجربہ کار ماہرِ نفسیات ہی دیکھ سکتا ہے۔ اس باب میں انھوں نے علما' عباد و زہاد' امرا و اغنیا اور اہل تصوف سب کا جائزہ لیا ہے' اور سب کے خصوصی امراض اور بے اعتدالیوں کا پردہ فاش کیا ہے' اور ہر ایک کے متعلق بڑے پتے کی باتیں لکھی ہیں جس سے ان کی ذہانت' دقیقہ رسی اور حقیقت شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان کے زمانے کے علمانے جن جن علوم کے اشتغال میں حد سے تجاوز کر رکھا تھا' مثلاً فقہی جزئیات و خلافیات' علم کلام و مباحثہ و مجادلہ' وعظ و تذکیر' علم حدیث اور اس کے متعلقات نحو' لغت' شعر و مفردات کی

تحقیق و حفظ میں غلو و مبالغہ اور زاہدوں کے ملفوظات و حالات کے یاد رکھنے پر اکتفا۔ اس سب پر انھوں نے تنقید کی، اور ان کو اپنے ان مضامین کے بارے میں جو غلط فہمی اور خوش گمانی تھی، اس کی تحقیق کی، اور حقیقت حال بیان کی، اور آخر میں اپنا یہ تجربہ بیان کیا، جو بالکل قرین قیاس ہے، کہ "دنیاوی علوم مثلاً طب و حساب اور صنعتوں کے علم میں اس قدر خوش گمانی اور خود فریبی نہیں ہے جتنی علوم شرعیہ میں ہے، اس لیے کہ کسی شخص کا یہ خیال نہیں ہے کہ دنیاوی علوم فی نفسہ ذریعہ مغفرت ہیں، بخلاف علوم شرعیہ کے کہ وہ اپنے نتائج و مقاصد سے قطع نظر کر کے بجائے خود بھی ذریعہ مغفرت و تقرب سمجھے جاتے ہیں (ج ۳، ص ۲۴۳)۔ اپنے زمانے کے عباد و زہاد اور اہل تصوف کو بھی انھوں نے بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے اور ان کی بڑی باریک باریک کوتاہیوں، خوش فہمیوں اور خود فریبیوں کو محسوس کیا ہے، ان کے بہت سے ظاہری اعمال و رسوم کی تہ میں ان کو نفس پرستی، جاہ طلبی، ریاکاری، ظاہری نقالی اور بے روح رسمیت نظر آئی ہے، اور انھوں نے بڑی صفائی کے ساتھ اس کو ظاہر کر دیا (ج ۳، ص ۳۴۵ تا ۳۵۰)۔

اہل دولت اور اغنیا پر بھی انھوں نے بڑی صحیح گرفت کی ہے، اور اس سلسلے میں ان کے قلم سے حقائق نکل گئے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ان دولت مندوں میں بہت سے لوگوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بڑا شوق ہے، وہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا چھوڑ دیتے ہیں، اور حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صحیح فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں بلاضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہو گی۔ سفران کو بہت آسان معلوم ہو گا، روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہو گی، وہ حج سے محروم و تہی دست واپس آئیں گے، وہ خود ریتوں اور چٹیل میدانوں کے درمیان سفر کرتے ہوں گے، اور ان کا ہمسایہ ان کے پہلو میں گرفتار بلا ہو گا، اس کے ساتھ کوئی سلوک اور غم خواری نہیں کریں گے"۔

"ابو نصر تمار کہتے ہیں کہ ایک شخص بشر بن الحارث کے پاس آئے اور کہا کہ میرا قصد حج کا ہے، آپ کا کچھ کام ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ تم نے خرچ کے لیے کیا رکھا ہے؟ اس نے کہا دو ہزار درہم، بشر نے کہا کہ تمہارا حج سے مقصد کیا ہے، اظہار زہد یا شوق کعبہ یا طلب رضا؟ اس نے کہا طلب رضا۔ انھوں نے فرمایا کہ اچھا اگر میں تمھیں ایسی تدبیر بتلا دوں کہ تم گھر بیٹھے اللہ کی رضا حاصل کر لو، اور تم یہ دو ہزار درہم خرچ کر دو، اور تم کو یقین ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو گئی تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا بخوشی۔ فرمایا کہ اچھا پھر جاؤ، اس مال کو ایسے دس آدمیوں کو دے آؤ جو مقروض ہیں وہ اس سے اپنا قرض ادا کر دیں، فقیر اپنی حالت درست کرے، صاحب عیال اپنے بال بچوں کا سامان کرے، یتیم کا منتظم یتیم کو کچھ دے کر اس کا دل خوش کرے اور اگر تمھاری طبیعت گوارا کرے تو ایک ہی کو پورا مال دے آؤ اس لیے کہ مسلمان کے دل کو

خوش کرنا' بے کس کی امداد' کسی کی مصیبت دور کرنا' کمزور کی اعانت سو نفلی حج سے افضل ہے' جاؤ جیسا میں نے تم سے کہا ہے ویسا ہی کر کے آؤ ورنہ اپنے دل کی بات ہم سے کہہ دو۔ اس نے کہا کہ شیخ سچی بات یہ ہے کہ سفر کا رجحان غالب ہے۔ بشر سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ مال جب گندہ اور مشتبہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے' اور وہ اس وقت اعمال صالحہ کو سامنے لاتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ صرف متقین کے عمل کو قبول فرمائے گا" (ج ۳' ص ۳۵۴)۔

"دولت مندوں کا ایک گروہ بربنائے بخل دولت کی حفاظت میں مشغول رہتا ہے اور ایسی بدنی عبادات سے اس کو دلچسپی ہوتی ہے جس میں کچھ خرچ نہیں' مثلاً دن کا روزہ' رات کی عبادت اور ختم قران۔ وہ بھی فریب میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مہلک بخل ان کے باطن پر مستولی ہے' اور اس کے ازالہ کے لیے مال کے خرچ کرنے کی ضرورت ہے' لیکن وہ ایسے اعمال میں مشغول ہیں جس کی ان کو کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے کپڑے کے اندر سانپ گھس گیا ہے' اور اس کا کام تمام ہونے والا ہے' اور وہ سکنجبین کے تیار کرنے میں مشغول ہے تاکہ صفرا کو تسکین ہو۔ حالانکہ جو سانپ کا مارا ہے' اس کو سکنجبین کی ضرورت کب پڑے گی؟ بشر سے کسی نے کہا کہ فلاں دولت مند کثرت سے روزے رکھتا ہے' اور نمازیں پڑھتا ہے' انھوں نے فرمایا کہ بیچارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مشغول ہے' اس کے مناسب حال تو یہ تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا' مساکین پر خرچ کرتا۔ یہ اس سے افضل تھا کہ اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے' اور اپنے لیے (نفلی) نمازیں پڑھتا ہے' اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھی سمیٹنے میں مشغول ہے' اور فقیر کو محروم رکھتا ہے" (ج ۳' ص ۳۵۶)۔

عوام کے امراض اور خود فریبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عوام' دولت مندوں اور فقرا میں سے کچھ لوگ ہیں جن کو مجالس وعظ کی شرکت سے دھوکا لگا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ محض ان مجالس میں شرکت کافی ہے۔ انھوں نے اس کو ایک معمول بنا لیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عمل اور نصیحت پذیری کے بغیر بھی محض مجلس وعظ میں شرکت باعث اجر ہے۔ وہ بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مجلس وعظ کی فضیلت محض اس لیے ہے کہ اس سے خیر کی ترغیب ہوتی ہے۔ اگر اس سے خیر کی آمادگی اور اس کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا تو اس میں کچھ خیر نہیں۔ رغبت بھی اس لیے محمود ہے کہ وہ عمل کی محرک ہے۔ اگر اس میں عمل پر آمادہ کرنے کی قوت نہیں' تو اس میں بھی کوئی خیر نہیں۔ جو چیز کسی مقصد کا ذریعہ ہوتی ہے اس کی قیمت محض مقصد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے' اگر وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔ کبھی واعظ سے مجلس وعظ اور گریہ و بکا کی فضیلتیں سن سن کر اس کو دھوکا ہوتا ہے' کبھی کبھی اس پر عورتوں کی طرح ایسی رقت طاری ہوتی ہے' اور وہ رونے لگتا ہے' لیکن عزم کا کہیں پتا

خوش کرنا' بے کس کی امداد' کسی کی مصیبت دور کرنا' کمزور کی اعانت سو نفلی حج سے افضل ہے' جاؤ جیسا میں نے تم سے کہا ہے ویسا ہی کر کے آؤ ورنہ اپنے دل کی بات ہم سے کہہ دو۔ اس نے کہا کہ شیخ سچی بات یہ ہے کہ سفر کا رجحان غالب ہے۔ بشر سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ مال جب گندہ اور مشتبہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے' اور وہ اس وقت اعمال صالحہ کو سامنے لاتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ صرف متقین کے عمل کو قبول فرمائے گا" (ج ۳' ص ۳۵۴)۔

"دولت مندوں کا ایک گروہ بربنائے بخل دولت کی حفاظت میں مشغول رہتا ہے اور ایسی بدنی عبادات سے اس کو دلچسپی ہوتی ہے جس میں کچھ خرچ نہیں' مثلاً دن کا روزہ' رات کی عبادت اور ختم قران۔ وہ بھی فریب میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مہلک بخل ان کے باطن پر مستولی ہے' اور اس کے ازالہ کے لیے مال کے خرچ کرنے کی ضرورت ہے' لیکن وہ ایسے اعمال میں مشغول ہیں جس کی ان کو کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے کپڑے کے اندر سانپ گھس گیا ہے' اور اس کا کام تمام ہونے والا ہے' اور وہ سکنجبین کے تیار کرنے میں مشغول ہے تاکہ صفرا کو تسکین ہو۔ حالانکہ جو سانپ کا مارا ہے' اس کو سکنجبین کی ضرورت کب پڑے گی؟ بشر سے کسی نے کہا کہ فلاں دولت مند کثرت سے روزے رکھتا ہے' اور نمازیں پڑھتا ہے' انھوں نے فرمایا کہ بیچارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مشغول ہے' اس کے مناسب حال تو یہ تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا' مساکین پر خرچ کرتا۔ یہ اس سے افضل تھا کہ اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے' اور اپنے لیے (نفلی) نمازیں پڑھتا ہے' اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھی سمیٹنے میں مشغول ہے' اور فقیر کو محروم رکھتا ہے" (ج ۳' ص ۳۵۶)۔

عوام کے امراض اور خود فریبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عوام' دولت مندوں اور فقرا میں سے کچھ لوگ ہیں جن کو مجالس وعظ کی شرکت سے دھوکا لگا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ محض ان مجالس میں شرکت کافی ہے۔ انھوں نے اس کو ایک معمول بنا لیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عمل اور نصیحت پذیری کے بغیر بھی محض مجلس وعظ میں شرکت باعث اجر ہے۔ وہ بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مجلس وعظ کی فضیلت محض اس لیے ہے کہ اس سے خیر کی ترغیب ہوتی ہے۔ اگر اس سے خیر کی آمادگی اور اس کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا تو اس میں کچھ خیر نہیں۔ رغبت بھی اس لیے محمود ہے کہ وہ عمل کی محرک ہے۔ اگر اس میں عمل پر آمادہ کرنے کی قوت نہیں' تو اس میں بھی کوئی خیر نہیں۔ جو چیز کسی مقصد کا ذریعہ ہوتی ہے اس کی قیمت محض مقصد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے' اگر وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔ کبھی واعظ سے مجلس وعظ اور گریہ و بکا کی فضیلتیں سن سن کر اس کو دھوکا ہوتا ہے' کبھی کبھی اس پر عورتوں کی طرح ایسی رقت طاری ہوتی ہے' اور وہ رونے لگتا ہے' لیکن عزم کا کہیں پتا